پنجابی ثقافت کی زندہ روایت۔حُقّہ

A living tradition of Punjabi Culture-Hukka

☆ڈاکٹر ثوبیہ اسلم

Abstract:

Hukka is considered to be introduced in the subcontinent with the introduction of tobacco which has traveled from central and south America to all over the world. Earliest records indicate that hukka was introduced in the period of Akber in the second half of sixteen century.The court physician of Akber, Abu Feth sheikh is considered to be the person who introduced hukka in subcontinent.Hukka is considered to the part of one of the oldest and deep rooted tradition that flourished in Gujrat (Pakistan).Accordingly hukka making is also a craft that hold its roots in the ancient history of Gujrat.It has become so famous in the routine life of the people of the area that without hukka social gatherings were considered incomplete.The same tradition continued throughout the subcontinent right from the ancient time.With the passage of time,people started to decorate their hukkas in accordance with their taste and love for hukka smoking.Hukka is also indulged in the Punjabi literature.There are so many examples appeared in the Punjabi literature which are discussed in this article in hand.

Key words: Hukka,Tradition,Social gathering,Mughals,Punjab,Gujrat

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ پنجابی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

تلخیص:

برِصغیر میں تمبا کو متعارف ہونے سے کے ساتھ ہی حُقہ وجود میں آیا۔دراصل تمبا کو جنوبی امریکہ سے وسطی ایشیا سے ہوتا ہوا برِصغیر پہنچا۔ پرانے ریکارڈ ظاہر کرتے ہیں کہ حُقہ برِصغیر میں سولہویں صدی کے وسط یعنی اکبری دور میں متعارف ہوا۔ جسے اکبر کے درباری حکیم ابوالفتح شیخ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔رفتہ رفتہ حُقہ پنجابی ثقافت میں مرکزی حیثیت اختیار کر گیا۔ بالخصوص گجرات (پاکستان) میں حُقہ کی متعدد اقسام کا ذکر مِلتا ہے اور بالعموم پنجاب کے سماجی جلسوں اور بیٹھکوں میں حُقہ لازم وملزوم رہا۔اس کے بغیر سماجی تقریبات کا تصور نامکمل تھا۔ بلکہ حُقّے کے ذکر کے بغیر پنجابی ادب میں بھی خلا رہتا ہے۔زیرِنظر مضمون میں حُقہ کی ایجاد اور پنجابی ثقافت میں اس کا کردار اور پنجابی ادب میں اس کا تذکرہ زیرِ بحث لایا جارہا ہے۔

حُقّے کو انگریزی زبان میں *Hubble bubble*، افریقہ میں ڈاکا، چین میں تب تپائے، عربوں میں شیشہ، فارسی میں قلیاں اور پشتو میں چلم کہتے ہیں۔اردو لغت میں حُقّے کے کئی معنی اور مفہوم مِلتے ہیں۔مثلاً حُقہ باز، حُقّہ بجانا (حُقّہ پینا۔کثرت سے حُقّہ پینا)، حُقّہ تازہ کرنا (حُقّہ پینے کے لیے تیار کرنا)، حُقّہ پانی پلانا (خاطر مدارت کرنا)، چلم پر آگ رکھنا (غلامی یا چاکری کرنا)، دم لگانا (حُقّہ پینا)، چلم لگنا (حُقّے کا دھواں گلے یا دماغ کو لگنا) (۱)

پنجابی لغت میں حُقّہ۔تمبا کو پینے والا آلہ، گُڑ گُڑا (چھوٹے حُقّے کو گُڑ گُڑی اور بڑے حُقّے کو گُڑ گُڑا کہتے ہیں)، عطر اور زیور رکھنے والا ڈبہ، حُقّہ بھرن، چلم میں آگ اور تمبا کو ڈالنے کو کہتے ہیں۔خدمت یا سیوا کرنا، حُقّہ پانی بند کرنا، ذات برادری میں سے نکالنا، حُقّہ پانی پلانا، خاطر سیوا کرنا، حُقّہ تازہ کرنا، حُقّے کا پانی بدلنا، حُقّہ پینا، تمبا کو نوشی کرنا۔حُقّہ ڈابی بھنن۔حُقّے دی واری دوجے نوں نہ لان دینا، حُقئی۔حُقّہ پین والا۔حُقّے دا یار (۲) اسی طرح حُقّے کی مخالفت کے بارے میں اور اسکی حمایت میں پنجابی ادب میں اکھان بھی ملتے ہیں۔مثلاً

حُقّہ حکم خدادا۔ چلم حُقّے دی رن۔ جتھے حُقّہ ویکھئے اوتھے دیئے بھن
حُقّہ حکم خدادا۔ چلم حُقّے دی دھی۔ جتھے حُقّہ ویکھئے اوتھے لئے پی (۳)

واہیاں اونہاں دیاں جنہاں دے گھر حُقّے
حُقّے اونہاں دے جنہاں دے گوہے سُکے

گوہے اونہاندے جنہاندے منگو ڈُھکے(۴)

حُقّہ حکم خدا دا رُڑ کے بجھ گیا
ڈھاواں مارے پوستی بابا لد گیا(۵)

حُقّہ کشیدن دو نفلاں دا ثواب
نہ رزق دی تنگی نہ قبر دا عذاب(۶)

حُقّے دی ماری اگ تے باقی دا ماریا پنڈ(۷)

جہاں جلتی آگ میں سے بار بار آگ حُقّے پر رکھی جائے وہاں آگ نہیں رہتی۔جس گاؤں کے معاملے کا بقایا ادا نہ ہووہ گاؤں اُجڑ جاتا ہے۔

ان تازہ حُقّہ۔ان دھوتا مُنہ۔چندری نونہہ
بندیاں ولّے کنڈ کر کے کندھ ولّے مُنہ
ایہناں تِنّاں دا پھِٹّے مُنہ(۸)

بعض اکھانوں کی طرح پہیلیوں میں بھی حُقّے کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ حُقّہ ہماری زندگیوں میں شامل ہے۔جیسے:

ادھا کھوہ پانی دا بھریا
لالہ جی دے اگے دھریا(حُقّہ) (۹)

اِک نِکی جیہی کُڑی
اوہدے سر سواہ دی ٹوکری(حُقّے دی چلم)(۱۰)

--

اگ لگے تاں جل وچ رہیے

آدر بھا سبھناں دا کریئے (حُقّہ) (۱۱)

--

اگن کوٹ وچ گھر لیا
جل وچ لیا نواس
پردے پردے آوسی
اپنے پیارے پاس (حُقّہ) (۱۲)

--

اگ لگی جگراویں
دھوں نکلیا گوپی راویں (حُقّہ) (۱۳)

--

بامنی اوہدی جل بھری اُتے بلدی اگ
جدوں وجائی بانسری تدوں نکلیا کالا ناگ (حُقّہ) (۱۴)

--

کابل گُنا چاڑھیا
اگ لگی ملتان
دلی پھوکاں ماریاں
سڑ گیا ہندوستان (حُقّہ) (۱۵)

ان پہیلیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حُقّے کی پنجابی ثقافت میں کس قدر اہمیت ہے۔

حُقّے کا رواج برِصغیر کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک جیسا کہ مشرقِ وسطیٰ میں تیزی سے ہو رہا ہے۔ سعودی عرب میں حج کے ایام میں بازاروں میں کئی اقسام کے حُقّے رکھے جاتے تھے جن کے ساتھ کئی کئی پائپ لگے ہوئے ہوتے تھے۔ لوگ ایک دو ریال دے کر حُقّے کا شوق پورا کر لیتے تھے۔ اسی طرح دوبئی اور متحدہ عرب امارات کے علاقوں میں رمضان المبارک کے دوران فائیو سٹار ہوٹلوں اور شامیانوں میں حُقّوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ عرب ممالک میں حُقّے کو شیشہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا پیندا شیشے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔

ازبکستان۔افغانستان میں حُقّے کو چلم، ہندوستان۔پاکستان میں حُقّہ، مالدیپ میں گُڑ گُڑا، برطانیہ میں Massapipe کہتے ہیں۔ایران میں گلیاں، سعودیہ میں شیشہ، شام میں آرگلیہ، ترکی میں نارجائیل کہتے ہیں۔صرف ابوظہبی میں ۴۸۰ شاپس حُقّہ پیش کرتی ہیں۔۱۹۸۶ء میں پہلی مرتبہ ایک کافی شاپ کو حُقّے کا لائسنس مِلا تھا۔بڑے ہوٹل خصوصی طور پر حُقّے کا ذکر کرتے ہیں گویا کہ یہ یہاں کی خاص پیشکش ہو۔البتہ شارجہ میں ۱۹۹۶ء میں حُقّہ پینے پر پابندی عائد کر دی گئی۔کیونکہ یہ عوام کے لیے مُضرِ صحت تھا۔تمباکو کے مضر اثرات کی وجہ سے جو اکثر مزاجوں اور طبعیتوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔جہانگیر نے اپنے حدودِ سلطنت میں حکم دیا تھا کہ کوئی شخص تمباکو استعمال نہ کرے۔وہ توزک میں لِکھتا ہے کہ برادر شاہ عباس نے بھی تمباکو کے ضرر اور نقصانات سے مطلع ہو کر ایران میں حکم دیا تھا کہ کوئی شخص اس کے پینے کا مرتکب نہ ہو۔چونکہ خان عالم ایک طویل مدت سے متواتر تمباکو پینے کی وجہ سے اپنی عادات سے مجبور تھا اور اکثر اوقات اس امر کا اقدام کرتا رہتا تھا۔اس وجہ سے شاہ ایران کے ایلچی یادگار علی سلطان نے شاہ عباس کو ایک عرضداشت میں لِکھا کہ خان عالم ایک لمحہ بھی بغیر تمباکو کے نہیں رہ سکتا۔اس عرضداشت کے جواب میں شاہ ایران نے اس کو یہ شعر لِکھ کر بھیج دیا۔

رسول یاد می خواہد کند اظہار تنباکو
من از شمع وفا روشن کنم بازار تنباکو

خان عالم نے اس شعر کے جواب میں جو شعر کہا ہے اس نے مجھے بھجوایا

من از بے چارہ بودم از اظہار تنباکو
ز لطفِ شاہ عادل گرم شد بازار تنباکو(۱۶)

دمودر نے تماکو کا لفظ دو جگہوں پر استعمال کیا ایک جگہ مثبت معنوں میں جبکہ دوسری جگہ منفی پہلو سے

اُبال سیویاں، گھڑا لسّی دا، تماکو چلم سدائے(۱۷)

دوسری جگہ

پانی کُوزے تے دوئے چِلماں، ایہو بساط رکھائی(۱۸)

جہانگیر سے قبل اکبر بادشاہ کے دربار میں تمباکو پیش کیا گیا۔حالاتِ اسد بیگ میں لِکھا ہے کہ اس نے بیجا پور سے تمباکو لا کر اکبر کے دربار میں پیش کیا۔یہ ۵۔۱۶۰۴ء کا واقعہ ہے۔اکبر نے اسے چکھا اور شاہی حکیم

کے منع کرنے پر چھوڑ دیا۔ اس دور میں حکیم ابوالفتح علی گیلانی کو حُقّہ کا موجد بتایا جاتا ہے۔(۱۹)

مگر پروفیسر آصف خاں کے مطابق تماکو اس سے پہلے یہاں موجود تھا آصف خاں نے ثابت کیا ہے کہ تماکو برصغیر میں بھی پیدا ہوتا تھا اور امریکی تماکو آنے سے قبل یہاں تماکو موجود تھا۔(۲۰) موصوف کے مطابق سارے محققین کا اس بارے اتفاق ہے کہ تماکو امریکہ کی پیداوار ہے۔ فرانسسکو فرنینڈز نے ۱۵۵۸ء میں تماکو کے پودے فلپ دوم کو پیش کیے۔ اسکے تین سال بعد فرانسیسی سفیر ژان نکوت نے کیتھرین میڈیکس کو تماکو کے بیج پیش کیے کیونکہ وہ نسوار کی شوقین تھی۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ الزبتھ کے وقت یعنی ۱۶۰۰ء کے قریب انگلینڈ میں تماکو عام پیا جاتا تھا۔ سپنسر، سر رابرٹ سیل، بن جانسن، ڈیکر ہکلوٹ جیسے محققین کی تحریروں میں تماکو کا ذکر موجود ہے۔(۲۱) مختلف شاعروں کے کلام میں تمباکو کا ذکر بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ تمباکو برصغیر میں عرصہ سے موجود تھا۔ مثال کے طور پر بھگت کبیر کا ایک شعر ہے:

اِکت پتر بھر اُرکٹ گُرکٹ، اِکت پتر بھر پانی
آس پاس پنچ جوگیا بیٹھے، بیچ نِکٹ کے رانی(۲۲)

یعنی ایک برتن (چلم) اُرکٹ گُرکٹ (تماکو) اور دوسرے برتن میں پانی بھر لیتے ہیں۔ اردگرد پانچ جوگی بیٹھ جاتے ہیں اور درمیان میں رانی (حُقّہ) رکھ لیتے ہیں۔ نیچے کے مصرعہ میں بھگت کبیر نے سیدھا تماکو کا ذکر کیا ہے۔

بھنگ، تماکو، سُلفا، گانجا، سُوکھا خوب اُڑایا رے(۲۳)

گوروگوبند سنگھ کا ایک درباری شاعر سینا پت اپنی کتاب 'سری گوروسوبھا' (صفحہ۲۴) میں لکھتا ہے:

حُقّہ نہ پیوے، سیس داڑی نہ منڈائے
سو تے واہگورو، گورو جی کا خالصہ

تماکو کے لیے اُرکٹ، گُرکٹ، پُھل، تمباکو، پوگاکو، ہوگیسوپ اور پوگیلے کے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ پروفیسر آصف خاں لکھتے ہیں کہ میری تحقیق یہ بتاتی ہے کہ پنجابی شاعروں میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے سب سے پہلی مرتبہ تماکو کا لفظ استعمال کیا۔

لے فقیراں ٹوپی پائی
بھنگ، تماکو چ نہیں فقرائی (۲۴)

اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نوشہ گنج بخشؒ کے دور میں پنجاب میں اور بالخصوص گجرات میں حُقّہ نوشی کا رواج عام تھا۔ دوسرا پنجابی شاعر حافظ برخوردار ہے جس نے 'مرزا صاحباں' میں تما کو کا لفظ استعمال کیا ہے۔

کھرل پھتے نوں بُجھیا ذرا دئیں تما کو پا(۲۵)

دنیا کے کئی ممالک میں تمباکو کاشت ہوتا ہے مثلاً کیوبا اور امریکہ میں تمباکو بہت مشہور ہے۔ پاکستان میں پشاوری اور شاہکوٹی تمباکو مقبول ہے۔ تمباکو کو پوری دنیا میں پھیلانے کا سہرا کولمبس کے سر پر ہے جو غرب الہند کے ایک جزیرے ٹمبکٹو سے تمباکو اپنے ساتھ لے کر سپین گیا۔ جہاں سے یہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا پرانا نام تمباکو ہی تھا جو بگڑ کر ٹوبیکو اور بعد ازاں پھر تمباکو بن گیا۔ لفظ تمباکو امریکہ سے برآمد ہو کر یورپ اور ایشیا کے اکثر ممالک میں اس چیز کے ساتھ روشناس ہوتا چلا گیا۔(۲۶)

نیشاپور میں کئی ایسے حُقّے ملتے ہیں جن کی ساخت مغلیہ طرز کے حُقّے جیسی ہے۔ مغلوں کے حُقّے عام طور پر کپڑے، چھال سے تیار ہوتے تھے جس کی جگہ بعد ازاں ربڑ نے لے لی۔ بناوٹ کے اعتبار سے حُقّے کی متعدد اشکال ہیں۔ ان بناوٹوں اور اشکال کے اعتبار سے اس کے مختلف نام سامنے آتے ہیں۔ جیسے درباری، نوابی، لکھنوی، جوگی، فرشی، گجراتی، ملتانی، مرادآبادی، لاہوری، پاکپتنی، جالندھری، جھانگڑ، گڑگڑی، پشاور، چموڑا، راوی، بہاولپوری وغیرہ وغیرہ۔ حُقّے کی بناوٹ اس طرح سے ہے۔ 'ضامن' سے مراد لوہے اور پیتل کا وہ تار ہے جو دونوں نلیوں کو جوڑ کر رکھتا ہے۔ اس طرح حُقّے کی نڑی اوپر تلے کرنے کے لیے انگریزی زبان کے حرف ایل (L) کی طرز کا جوڑ ہوتا ہے جسے 'قلفی' کہتے ہیں۔ 'قلفی' کی تیاری کا سب سے بڑا مرکز سیالکوٹ ہے جہاں اس کام کے پانچ چھ کارخانے موجود ہیں۔ حُقّے کے پیندے مٹی، لکڑی، چمڑے، پیتل وغیرہ سے بنتے ہیں۔ فرشی حُقّہ گھومنے والا ہوتا ہے اور اس کا پیندا گول کی بجائے چپٹا ہوتا ہے۔ ان میں مشہور مرادآبادی حُقّہ ہے جس کا پیندا چمڑے کا بنا ہوتا ہے۔ اس کو چموڑا حُقّہ کہتے ہیں۔ ایسے حُقّے پاکستان میں لالیاں، سرگودھا میں بنتے ہیں جو خاصے مہنگے ہوتے ہیں۔ چموڑا حُقّے میں ہر وقت پانی رہنا ضروری ہے ورنہ اس کا ڈھول سوکھ جاتا ہے۔ لکڑی کے پیندے یا ڈھول والا حُقّہ بہاولنگر، پاک پتن میں بنتا ہے۔ اس میں شہتوت اور شیشم کی لکڑی استعمال کی جاتی ہے۔ حویلی لکھا، بہاولنگر میں تانبے کے نگینوں والے حُقّے بھی تیار ہوتے تھے۔ یہاں ہاتھ کے بنے حُقّے بڑی شہرت کے حامل ہیں۔ یہ چند سو روپے سے دس بارہ ہزار تک کے ہوتے ہیں۔ یہ حُقّے رنگین ڈوریوں، منقش، نگینوں، سپیوں اور مختلف طرح کی زیبائشی اشیاء سے آراستہ کیے جاتے

ہیں۔ایسے حقّے زمیندار، وڈیرے اور چودھری تیار کرواتے تھے۔پنڈ میلو سیلو شکر گڑھ میں مٹی کے پیندے والے حقّے بنتے ہیں۔گجرات میں پیتل کے حُقّوں کی صنعت موجود ہے لیکن لاہوری حُقّہ گجراتی حقّے سے بہتر خیال کیا جاتا ہے۔چلم ایک خاص انداز کا حُقّہ ہے جو شمالی علاقہ جات اور کابل وغیرہ میں ملتا ہے۔جو خاص پوٹھوہاری مٹی سے بنتا ہے۔تمباکو رکھنے والی اس کی ٹوپی بہت چھوٹی ہوتی ہے جس کو صرف تمباکو کے ساتھ بھرتے ہیں اور آگ نہیں ڈالتے۔اس کی نلی جلدی خراب ہو جاتی ہے کیونکہ یہ ایک عام سرکنڈے کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔چلم حُقّے سے زیادہ سگریٹ کے قریب تر ہے اور اس کا تمباکو بھی ایک پھل سے تیار ہوتا ہے۔نڑی بنانے کے لیے ایک مخصوص چھڑ بانس چٹا گانگ سے آتا ہے۔پاکستان کا پکھووال بانس بھی حُقّے کی تیاری میں کام آتا ہے۔حُقّے کی چلم یا ٹوپی مٹی سے تیار ہوتی ہے۔شاہدرہ اور گوجرہ چلمیں بنانے کے مراکز ہیں۔چلم کے اوپر ٹین کا ڈھکن ہوتا ہے تاکہ اس کی چنگاریاں نہ اُڑیں۔آگ رکھنے سے پہلے چلم کے سوراخ میں پتھر رکھا جاتا ہے۔اس کے اوپر گُڑ رکھتے ہیں تاکہ تمباکو کی کڑواہٹ ختم ہو جائے۔گھریلو حُقّوں کے ساتھ ساتھ گاڑیوں میں رکھنے والا ٹفن حُقّہ بھی ہوتا ہے۔

پنجاب کے ہر علاقے میں حُقّہ یکساں ثقافت کی جھلک پیش کرتا ہے اور ہر علاقے میں اپنے اپنے انداز میں حُقّہ بنایا جاتا ہے جو اس علاقے میں پنجابی ثقافت کی پہچان بنتا ہے۔لوگ بہت شوق کے ساتھ کاریگروں کے پاس بیٹھ کر نئے نکور حقّے تیار کرواتے تھے۔آج بھی لاہور عجائب گھر کی اسلامی گیلری میں حُقّوں کی کئی دیدہ زیب اقسام زیرِ نمائش ہیں۔ان میں سے بعض حُقّے نوابین کے استعمال میں رہے۔

ہر معاشرے کی اپنی رہتل بہتل ہوتی ہے۔اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں۔ہر قوم کی اپنی روایات ہوتی ہیں، اپنے عقائد ہوتے ہیں جن کو چھوڑنا بھی چاہیں تو چھوڑا نہیں جا سکتا۔یہ سلسلہ اتنا مضبوط اور مستحکم ہو جاتا ہے جسے چھوڑنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔رہتل بہتل اور روایات نے جب ترقی کی تو پھر اسے تمدن کا نام دیا گیا۔پنجاب کی تہذیب و ثقافت میں حُقّے کا کردار بڑا نمایاں ہے۔خصوصاً دیہی زندگی میں حُقّے کی بہت اہمیت ہے۔ایک زمانے میں ہر گھر کا کوئی نہ کوئی مرد حُقّہ ضرور پیتا تھا۔کہا جاتا ہے کہ گاؤ تکیہ کی ایجاد اصل میں حُقّہ پینے والوں کی سہولت کے لیے ہوئی تھی۔حُقّہ دیہی تمدن کا ایک اہم حصّہ تھا۔اب حُقّہ پینے والوں کی تعداد پہلے سے کم ہے۔جب کسی گھر میں شادی غمی کی کوئی تقریب ہوتی تھی تو دوسرے انتظامات کے ساتھ ساتھ حُقّے کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔شہروں میں تو سگریٹ نے حُقّے کی جگہ لے لی لیکن دیہات میں حُقّے کا رواج ہی

برقرار رہا جہاں چوپال میں بزرگ حُقّے کے ارد گرد بیٹھ کر پنچایت کرتے تھے۔کسی مہمان کی آمد پر اسے حُقّہ پیش کرنا اسکی عزت افزائی کے مترادف تھا۔کسی کو برادری سے خارج کرنا ہوتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ فلاں آدمی کا حُقّہ پانی بند کر دیا گیا ہے۔کسی کے ساتھ بیٹھ کر حُقّہ پینے کا مطلب اس آدمی سے دوستی سمجھا جاتا تھا اور اپنے سے کم تر آدمی کو پاس بیٹھا کر حُقّہ پلانا توہین تصور کیا جاتا تھا۔کچھ دیہاتوں میں یہ رواج تھا کہ ایک فقیر جسے سائیں کہا جاتا تھا حُقّہ تازہ کرنے کے لیے اس کی خدمات لی جاتی تھیں۔دیہات کے درمیان کچھ اراضی شاملاٹ ہوتی تھی جسے تکیہ، واڑا یا پھر چوپال کہا جاتا تھا۔یہاں یہ سائیں کوئی ۵،۶ فٹ قطر کا گہرا گڑھا بنا لیتا تھا اور سارا دن خشک پاتھیاں اکٹھی کرتا اور شام کو اس گڑھے میں آگ دُھکھا دیتا تھا اور مٹی کی ایک تہہ سی بنا دیتا تھا۔یہاں آگ پوری رات دُھکھتی رہتی تھی اور صبح وہ گڑھا انگاروں سے بھر جاتا۔اس وقت ماچس اتنی عام نہیں تھی۔خواتین ایک دوسرے کے گھر سے چنگاری لے کر آگ جلا لیتی تھیں۔اسی سلسلے میں ایک اکھان مشہور ہوا۔

اگ لین آئی، گھر دی مالک بن بیٹھی(۲۷)

تکیے کی اس آگ سے مزید کئی کام لیے جاتے تھے۔ایک تو خواتین وہاں سے چنگاری لیتیں، دوسرا حُقّے کے عادی تکیے سے آکر چلم بھرتے، تیسرا سردی سے بچنے کے لیے وہاں آکر آگ تاپتے تھے اور دیہاتوں کے مسئلے مسائل حل ہوتے تھے۔(۲۸)

حُقّے کی کوئی باضابطہ تاریخ تو موجود نہیں البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حُقّہ حکیم لقمان نے ایجاد کیا جس نے پیٹ درد کے ایک مریض کو ناریل سے حُقّہ تیار کر کے دیا۔وقت کے ساتھ ساتھ حُقّہ ارتقائی منازل طے کرتا ہوا مغل دربار میں پہنچا۔قدیم مِنی ایچر میں مغل شہزادے اور بادشاہوں کی تصاویر میں پیچوان کے سامنے بیٹھے نظر آتے ہیں۔بادشاہ اکبر کے زمانے میں جب اسے حُقّہ اور اسے پیش کرنے والا مصاحب پسند آیا تو تمباکو نوشی پورے مُلک میں پھیل گئی۔بادشاہ جہانگیر نے اپنی توزک میں تمباکو کا ذکر کیا ہے۔جہانگیر کو سگاروں کی خوشبو بہت پسند تھی لیکن حکیموں نے اسے اس سے منع کر کے حُقّے کی طرف لگایا۔بادشاہ جہانگیر نے ایک مرتبہ تمباکو کو بند کرنے کا حکم دیا۔(۲۹)اسی دور میں ایک شاعر نظیری نے نوحہ لکھ دیا جو اس کے فارسی دیوان میں موجود ہے۔(۳۰)اس عہد میں یہ رواج تھا کہ اگر بادشاہ کسی درباری سے خوش ہوتا تو اپنے حُقّے کا رُخ اس کی جانب موڑ دیتا۔یہ اس درباری کے لیے بڑی عزت افزائی ہوتی تھی اور وہ کورنش بجالاتا اور آگے بڑھ کر حُقّے کا

کش لیتا تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز مرد، عورتیں اکثر حُقّہ پیتے تھے۔انگریز خواتین رنگ برنگے ربڑ کے پائپ کو لپیٹ کر یوں پکڑتیں جیسے انھوں نے کوئی سانپ پکڑا ہوا ہو۔ یہ ان کے حُقّہ پینے کا مقبول انداز تھا۔جس کی نقالی کرنا یہاں کے راجے مہاراجے قابلِ فخر تصور کرتے تھے۔اس زمانے میں حُقّے کے مزے کو دوبالا کرنے کے لیے اس میں الائچی، زعفران، عرق گلاب، روح کیوڑہ اور سونے کے اوراق شامل کیے جاتے تھے۔روایت ہے کہ انگریز افسر لارڈ کلائیو کو شاہ عالم نے اپنے دربار میں حُقّہ پیش نہ کیا جس کا اسے بہت دُکھ تھا۔اسی وجہ سے وہ شاہ عالم اور اس کے خاندان کا دشمن ہو گیا۔ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران خوشبودار حُقّہ پیتے تھے اور الائچی والا پان بڑے شوق سے کھاتے تھے۔(۳۱)

آج بھی دنیا کے عجائب گھر ایسے نادر حُقّوں سے بھرے پڑے ہیں۔آخری مغل حکمران تو حُقّے کا بہت شوقین تھا۔قید کے زمانے میں اس کا دل بہلانے کے لیے واحد ذریعہ حُقّہ ہی تھا۔بعض تصاویر میں وہ اپنے سرہانے حُقّہ رکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔محمد شاہ رنگیلا بھی حُقّے کا رسیا تھا۔ایک مرتبہ اس کے دربار میں ایک مہمان اِدھر اُدھر کی بے تکی باتوں سے درباریوں کو بور کر رہا تھا۔محمد شاہ کافی دیر تک اس مہمان کی باتیں سنتا رہا، جب وہ آدمی خاموش ہوا تو بادشاہ بولا کہ بعض لوگ تو اس حُقّے سے بھی گئے گزرے ہیں۔حُقّے کو دیکھو کہ جب اسے بلایا جائے تو پھر بولتا ہے ورنہ خاموش رہتا ہے۔اس طرح حُقّے کی مثال پیش کر کے محمد شاہ نے ایک بڑی بات کر دی۔(۳۲)

لکھنؤ اور دہلی کے امراء اور نواب بھی حُقّے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔جونہی وہ کھانے سے فارغ ہوتے تو حُقّہ برداروں کا ایک جلوس شاندار حُقّے لے کر حاضر ہو جاتا۔آگرہ، دہلی، لاہور، لکھنؤ شہروں کی گلیوں میں حُقّہ بردار بڑے بڑے حُقّے لے کر پھرتے تھے جن کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ چلتے پھرتے لوگوں کے مُنہ سے حُقّے کی نڑی لگا دیں۔

ڈسٹرکٹ گزیٹیئر فیصل آباد میں کھرلوں کی قوم بارے ایک کہانی یوں بیان کی گئی ہے کہ ساندل ڈاکو نے اپنی بار بنائی تھی جس کے بارے میں اس کا حکم تھا کہ کھرل یہاں اپنے مویشی اس وقت تک نہیں چرا سکتے جب تک وہ اپنی قوم میں سے ایک لڑکی کی شادی اس کے ساتھ نہ کریں۔آخر کار کھرل اس کے لیے تیار ہو گئے۔ساندل اپنی دلہن کو لینے کھرلوں کے گاؤں بارات لے کر گیا تو کھرلوں نے لاہور سے گن پاؤڈر منگوا کر

ایک چبوترے کے نیچے بچھا دیا اور بارات کو اس چبوترے پر ٹھہرایا۔اور جب کھرلوں نے اس پر اپنے حُقّے تازہ کرنے کے لیے آگ جلائی تو پوری بارات اس میں جل کر خاکستر ہوگئی۔اس طرح ساندل کو تباہ کرنے میں حُقّے کا بڑا کردار تھا۔(۳۳)

حُقّہ کچھ شخصیات کے ساتھ منسوب ہے۔اردو کے نامور شاعر مرزا غالب حُقّے کے بے حد رسیا تھے۔مولانا ظفر علی خاں کے متعلق مشہور ہے کہ ان کو ہر کش کے ساتھ شعر ہو جاتا تھا۔اسی طرح شاعر مشرق علامہ اقبال حُقّے کے بڑے دلدادہ تھے۔بھاٹی دروازہ کوچہ جلوٹیاں میں لالہ رام سرن داس کے مکان پر ۱۹۰۵ء تک رہے۔اس مکان کے قریب حکیم شہباز الدین کا مکان بھی تھا۔اقبال روزانہ وہاں جاتے مکان کے باہر ایک چبوترا تھا اس پر احباب کی محفلیں جمتی تھیں۔حُقّہ نوشی کے لیے ایک پیسے کا تمبا کو منگایا جاتا اور سب مل کر اس کا حظ اُٹھاتے۔(۳۴)

سیالکوٹ میں گرمیوں کے موسم میں سب کوٹھے پر سوئے ہوئے تھے۔اقبال اور انکے والد کی چارپائیوں کے درمیان حسبِ معمول حُقّہ رکھ دیا گیا۔دونوں باپ بیٹا علمی گفتگو میں مصروف ہوگئے۔(۳۵)

ممنون حسن خان لکھتے ہیں کھانے کے بعد جب علامہ اقبال کا کمرہ دیکھنے گیا تو مجھے حیرت ہوئی کہ وہ بستر جو سر راس مسعود نے اپنے مہمان عزیز کے لیے بچھوایا تھا اسے ان کے ملازم علی بخش نے اٹھا دیا اور اس کی جگہ اقبال کا معمولی بستر لگا دیا گیا۔میں نے جب دریافت کیا تو ملازم نے بتایا کہ اقبال ہمیشہ اپنے ہی بستر پر سوتے ہیں۔میں نے دیکھا کہ علامہ اقبال کے بستر پر دو کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ایک مثنوی مولانا روم دوسری دیوانِ غالب۔ملازم نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب زیادہ تر سفر میں یہی کتابیں ساتھ رکھتے ہیں۔ان کے پلنگ کے قریب ہی ایک پنجابی حُقّہ بھی رکھا ہوا تھا۔(۳۶)

ایک روز سفر پر جا رہے تھے۔ریلوے اسٹیشن پہنچے،سامان اٹھوایا،ٹکٹ لیا اور پلیٹ فارم پر پہنچے۔وہاں سے پتا چلا کہ ٹرین کی آمد کچھ تاخیر سے ہے۔انھوں نے قلی کو حُقّہ لانے کا کہا۔قلی ایک مٹی کا حُقّہ اٹھا لایا۔علامہ اقبال نے اس سے نفرت نہیں کی۔حالانکہ عام حالات میں وہ بڑا اعلیٰ حُقّہ استعمال کرتے تھے۔علامہ اقبال کی حُقّے کے ساتھ دیوانگی کی حد تک محبت کے متعلق سید وجیہ الدین کہتے ہیں:

"علامہ اقبال کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ حُقّے کے ساتھ محبت تھی۔ان کے والد اور بڑے بھائی بھی حُقّے کے بڑے شوقین تھے۔"(۳۷)

شیخ اعجاز کہتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء میں ان کے والد کیمبل پور میں تعینات تھے۔ چھٹیوں کی وجہ سے عدالتیں بند ہوئیں اور علامہ اقبال اپنے وطن سیالکوٹ میں تھے۔ اسی دوران ایک آدمی کیمبل پور سے آیا اور ایک مقدمے کے سلسلہ میں علامہ اقبال صاحب کو کیمبل پور جانے کا کہا۔ علامہ سفر سے بہت کتراتے تھے۔ پھر یہ سوچ کر کہ اسی طرح بڑے بھائی سے ملاقات ہو جائے گی، راضی ہو گئے۔ علامہ اقبال اور شیخ اعجاز اس سفر میں اکٹھے تھے۔ واپسی پر نصف شب وزیر آباد جنکشن سے کیمبل پور کے لیے گاڑی بدلنی تھی۔ جس نے صبح پانچ بجے روانہ ہونا تھا۔ علامہ صاحب آکر ویٹنگ روم میں بیٹھ گئے اور حُقّے کی طلب ہوئی۔ قلی کو کہنے لگے کہ اگر تم حُقّہ لا دو تو منہ مانگا انعام دونگا۔ قلی فوراً گیا اور ایک عام سا حُقّہ لے آیا۔ علامہ اقبال اس حُقّے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور حُقّے کے کش لگانے لگے۔ شیخ اعجاز نے کہا کہ علامہ صاحب حُقّہ تو بہت گندا تھا۔ پتا نہیں قلی کہاں سے اٹھا لایا ہوگا۔ تو علامہ اقبال نے جواب دیا کہ جس کو تمباکو کی لت لگ جائے تو طلب کے وقت نزاکتوں کا خیال کہاں کرتا ہے۔ علامہ سگریٹ بھی پی لیتے تھے لیکن اس کو حُقّے کا نعم البدل نہیں سمجھتے تھے۔ نوابزادہ نصر اللہ مرحوم بھی حُقّے کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔ بلکہ حُقّہ ان کے نام کی پہچان بن گیا۔ کسی ہندو شاعر نے حُقّے کی شان میں ایک نظم لکھی تھی۔ جس کے دو اشعار کچھ یوں ہیں۔

حُقّے کا جو دشمن ہے وہ ہے جاں کا دشمن
ہندو کا مسیحی کا مسلمان کا دشمن
ہم اور کسی شے کا اجارہ نہیں کرتے
حُقّے کی جدائی کو گوارہ نہیں کرتے (۳۸)

معروف پنجابی شاعر غلام رسول عالمپوری کے متعلق ڈاکٹر سید اختر جعفری لکھتے ہیں کہ آپ حُقّے کے بہت شوقین تھے اور بڑے اہتمام کے ساتھ حُقّہ دھوتے، عمدہ تمباکو ڈال کر پیتے تھے۔ آپ کے اکثر یار دوست اور شاگرد آپ کو تمباکو اور روغنی چلموں کے گٹھے بھیجتے رہتے تھے۔ آپ ایک چٹھی میں اپنے ایک دوست سے چلموں کی فرمائش یوں کرتے ہیں۔

حُقّے دیاں دو ٹوپیاں ہتھ لگن تے گھل
بھنیاں وسن شیخ نے اِک پرسوں اِک کل (۳۹)

پنجابی شاعری میں حُقّہ پوری آب و تاب کے ساتھ موجود رہا۔ پنجابی زبان و ادب کے اندر ایک بڑا نام افضل

احسن رندھاوا کا ہے۔ان کی ایک غزل کا مطلع کچھ یوں ہے۔

مار لے دم دو گھڑیاں ٹِک
ہتھ مونہہ دھو لے حُقّہ چِھک (۴۰)

اسی طرح ''پنجاب دے لوک گیت'' میں مقصود ناصر چودھری نے 'کِتھے بنھاں گھوڑا' کے عنوان کے تحت یہ لوک گیت دیا ہے، جس میں حُقّہ پنجابی ثقافت کے امین کے طور پر سامنے آتا ہے۔

سانوں مینہ لتھا کوئی وچ اُجاڑیں
مِرا جیوے جانی کوئی وچ اُجاڑیں
نالے بجا گھوڑا دے نالے بجّی پھلکاری
کِتھے بنھاں گھوڑا کِتھے پاواں پھلکاری
باغیں بنھاں گھوڑا محلیں پاواں پھلکاری
محلیں پاواں پھلکاری مِرا جیوے جانی
ہتھ جُتی حُقّہ وے ٹوپی تِلے مڑھائی
ٹوپی تِلے مڑھائی مِرا جیوے جانی
چِلم،لونگاں،الائچی اتے چنن انگیاری
اتے چنن انگیاری مِرا جیوے جانی
سانوں منہ لتھاوے کوئی وچ اُجاڑیں(۴۱)

کسان کی زندگی میں صبح تا شام محنت شامل ہوتی ہے تو اسے اپنی محنت کا پھل فصل کے پکنے پر ملتا ہے۔اس محنت کے دوران اس کا واحد ساتھی حُقّہ ہی ہوتا ہے۔کسان بیلوں کے پیچھے ہو یا سہاگے کے اوپر یا پھر دن کا پچھلا پہر ہو تو حُقّہ کسان کا اکلوتا ساتھی ہوتا ہے۔جس کے کش لگا کر کسان اپنی محنت کے ثمر میں کھو جاتا ہے۔اس طرح حُقّہ ہماری دیہی زندگی کی ثقافت کا مظہر ہوتا ہے جسے کئی شاعروں نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔غلام رسول شوق نے ثقافت کے اس حصّے کو اپنے انداز میں یوں پیش کیا ہے۔

حُقّے دی نڑی
بوہڑھ دی سنگھنی چھاں دے ہیٹھاں

دو چار منجے روز ڈھوا کے
حُقّے تے بھکھدی چلم دھرا کے
کامے کولوں چھٹّے لوا کے!
بہہ جاندا اے بابا دیناں
لوڑے ویلے آ کے(۴۲)

جب حُقّہ دیہاتوں میں پہنچا تو جس گھر میں حُقّہ تازہ ہوتا تھا، چور اس گھر سے دور رہتے تھے۔اس لیے حُقّے کو چوروں کا دشمن بھی کہا جاتا ہے۔

حُقّے کی شرعی حیثیت کا جہاں تک تعلق ہے اعلیٰحضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے ملفوظات کے مجموعے ''مرآت العاشقین'' مرتبہ سید محمد سعید، مترجم صاحبزادہ غلام نظام الدین میں مجلس بابت علم جفر و نجوم میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے حُقّہ پینے کے متعلق پوچھا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا بعض علماء نے اسے مکروہ لِکھا ہے اور بعض نے مباح لِکھا ہے، اکثر صُلحائے متقدمین اور متاخرین نے بھی اس سے اجتناب کیا ہے۔(۴۳)

پھر فرمایا۔جس طرح حُقّے کی نے اندر سے سیاہ ہوتی ہے اسی طرح حُقّہ نوش کا اندرون بھی دھویں سے سیاہ ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا۔نمازی کو حُقّے سے بہت پرہیز کرنی چاہیے، کیونکہ اس کی بدبو کی وجہ سے عبادت کی لذّت جاتی رہتی ہے اور فرشتے بھی اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔چنانچہ رسول خدا نے صحابہ کو فرمایا کہ لہسن اور پیاز کھا کر میری مسجد میں نہ آیا کرو کیونکہ بعض اوقات مجھے جبرئیل سے واسطہ پڑتا ہے۔حُقّے کی بدبو بھی لہسن اور پیاز کی بدبو سے کسی طرح کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔

بعد ازاں، فرمایا۔بعض علماء حُقّہ پینے کو بدعت قرار دیتے ہیں اور بعض اسے مکروہ تحریمہ کا درجہ دیتے ہیں، لیکن میرے خیال میں حُقّہ برائیوں کی جڑ ہے، کیونکہ آدمی جس قدر حُقّہ پیتا ہے اسی قدر یادِحق سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کے منہ سے مستقل بدبو آتی رہتی ہے، اس سے اوراد و اذکار کا ذوق بھی سلب ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے متقی لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔حُقّے کے نیچے کپڑے کی پٹیاں لپیٹی جاتی ہیں، جو حُقّے کے پانی سے تر رہتی ہیں۔حُقّہ نوش ان پٹیوں پر ہاتھ ملتے ہیں اور پھر اسی حالت میں اپنے کپڑوں پر ہاتھ لگاتے ہیں اور پھر

انہی کپڑوں سے نماز پڑھ لیتے ہیں تو یہ نماز کس طرح صحیح ہوئی؟ اسی طرح، جہاں حُقّہ ہوتا ہے وہاں اکثر جاہل لوگ جمع ہو کر خُرافات اور ہزلیات میں وقت ضائع کرتے ہیں۔

بعدازاں، فرمایا۔ مولوی غلام رسول گروٹی کا یہ معمول تھا کہ جس جگہ حُقّہ ہوتا وہاں حُقّے کو کئی مرتبہ سلام کرتے اور کہتے اے خبیث خدا کے لیے مجھ سے دُور ہی رہ! ایک دن میں ان سے مِلا اور پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ حُقّے سے اس قدر نفرت کرتے ہیں؟ کہنے لگے تمام گناہوں کا امام حُقّہ ہے۔ جہاں حُقّہ ہو وہاں پوست کا بھی احتمال ہوتا ہے اور جب یہ دونوں جمع ہوں تو بھنگ اور افیون کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ جب یہ تینوں جمع ہو جائیں تو شراب اور کباب کا بھی گمان ہوتا ہے۔ علیٰ ہذاالقیاس حُقّہ گناہوں کے بھنور میں جکڑ دیتا ہے اور حُقّہ نوش کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

بعدازاں، فرمایا۔ چنیوٹ میں ایک عالم حُقّہ پیتا تھا اور اکثر علماء سے حُقّے کے بارے میں بحث کرتا اور غالب آ جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن وہ موضع شیخ جلیل میں شیخ غوث محمد کے مکان پر ٹھہرا ہوا تھا۔ شیخ صاحب حُقّے سے نفرت کرتے تھے۔ اس عالم نے اپنے خادم سے کہا حُقّہ تازہ تیار کر لاؤ۔ خادم حُقّہ تیار کر کے لایا۔ جب عالم نے کش لگایا تو حُقّے سے غلغل کی آواز نہ آئی۔ عالم نے تجدید کا حکم دیا۔ خادم نے تعمیل کی۔ لیکن دوسری مرتبہ بھی غلغل کی آواز پیدا نہ ہوئی۔ عالم نے کہا میں حُقّے کے متعلق ہی بحث کرنے آیا تھا، لیکن کیا کروں شیخ صاحب نے اپنی کرامت سے حُقّے کی آواز ہی بند کر دی ہے۔ البتہ اگر وہ علمی بحث کرتے تو میں بھی کوئی بات کہتا۔ کھانے کے وقت جب عالم کے سامنے دسترخوان چنا گیا تو عالم نے ہاتھ دھونے کے لیے پانی طلب کیا۔ شیخ صاحب نے کہا یہی حُقّے کا پانی کافی ہے۔ عالم اس بات سے شرمسار ہوا اور اس نے حُقّہ نوشی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی۔ (۴۴)

حُقّے کے جہاں مثبت پہلو ہماری دیہی زندگی میں اکھانوں، پہیلیوں میں موجود ہیں وہیں اس کے منفی پہلو بھی انہی اکھانوں اور پہیلیوں میں میسر آتے ہیں۔ اسی طرح 'وے نہ پیا کر چلم تماکوے دی' کے عنوان کے تحت لوک گیت کی ایک مثال موجود ہے۔

وے نہ پیا کر چلم تماکوے دی
جے توں پیا کریں چلم تماکوے دی
وے میں چلھے دے وچ پانی پا دیواں گی

بیٹھا رویا کر چلم تماکوے نوں(۴۵)

اسی طرح مختلف علماء اور پنجابی زبان کے کئی شعراء نے حُقّہ نامہ تصنیف کیے جن میں قاضی محمد امین گول پوری ضلع جہلم کا لِکھا ہوا حُقّہ نامہ بھی شائع ہو چکا ہے جس کا خلاصہ کم وبیش اوپر بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر

اک لکھ چوّی ہزار پیغبر رب نازل فرمایا اے
دین اسلام سکھاون کارن عجب احسان کمایا اے
شرع محمدی اکمل کامل عالیٰ درجہ پایا اے
اس تے جس نے عمل کمایا رب اس نوں بخشایا اے
حُقّہ خلاف شریعت بے حد ایہہ نقصانی اے
اے مومن ایہہ حُقّہ موذی تیرا دشمن جانی اے
توبہ تائب ہو جا اس تھیں ایہہ تحفہ شیطانی اے(۴۶)

اسی طرح فیصل آباد کے ایک پنجابی شاعر انور انیق نے تمباکو نوشی کے ردّ میں ایک نظم لکھی ہے جو زیرِ طبع ہے۔

تماکو پینا
دانے بینے آکھن سارے
حُقّہ پینا وی نہیں وارے
جیہڑے لوکی پین تماکو
اپنے سینے پھیرن چاقو
اپنے گھر نہ واڑ تماکو
دیندا سینہ ساڑ تماکو(۴۷)

پنجابی محقق ڈاکٹر محمد ریاض شاہد کے مطابق مجلس ادب جڑانوالہ کے ادبی رسالے 'تحریر' میں نواب چشتی کا کلام شائع ہوا۔ انھوں نے پہلی نظم 'حُقّہ' لِکھی۔ یہ نظم اگرچہ مختصر ہے لیکن اپنے موضوع، مواد اور تکنیک کے حوالے سے ایک موثر اور بھرپور فن پارہ ہے۔

رب تے رسول ﷺ دیاں مہربانیاں

حُقّے دیاں دوستو دسیاں نشانیاں
اُٹھ کے نماز ویلے چُلہ پھولدا
جی سارے جاگدے کوئی نہیں بول
ککھ کنڈا جوڑ کے اوہ اگ بالدا
تیلی لاون واسطے اوہ لیراں بھالدا
پہلاں پانی کڈھنے نوں جاوے ڈھیر نوں
فیر جا کے کھا لے تے نوا دے شیر نوں
کیتی نہ کرُولی اوویں آوے نسدا
دوواں ہتھاں نال اوہدا گُٹا کسدا
نڑی پا کے مونہہ دے وچ پھوکاں ماردا
چمدا چماندا آوے بوتھا یار دا(۴۸)

شرعی پہلو سے قطع نظر آج بھی حُقّے کی اہمیت ہے۔ حُقّہ آج بھی دیہی علاقوں میں بڑا مقبول ہے۔ برادری کے سارے افراد اکٹھے ہو کر درمیان میں حُقّہ رکھ کر ساتھ کش لگاتے ہیں اور ساتھ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں۔ حُقّہ پینے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ جس طرح ایک آدمی کش لگا کر نالی آگے کو ٹور دیتا ہے۔ عام طور پر بڑوں میں کسی چھوٹے کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ محاورہ بھی شاید یہیں سے نکلا ہے کہ فلاں کا حُقّہ پانی بند کو دو۔ اس طرح اسے برادری میں سے نکال دیا جاتا تھا۔ حُقّہ آج بھی پنجابی ثقافت کی یادگار ہے اور بڑی شدومد سے نہ صرف پنجاب بلکہ پوری دنیا میں اس کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری (مدیر اعلیٰ)، *اردو لغت (جلد ہشتم)* (کراچی: اُردو لغت بورڈ، ۱۹۸۷ء) ص ۲۱۲۔۲۱۴

۲۔ سردار محمد خاں، *پنجابی اُردو ڈکشنری* (لاہور: سچل سٹوڈیوز و پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۲۰۰۹ء) ص ۱۴۵۱

۳۔ احسان باجوہ، *آکھن لوک سیانے (پنجویں جلد)* (لاہور: پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگویج آرٹ اینڈ کلچر، س ن) ص ۳۳۲۔۳۳۳

۴۔ ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار، *رُکھتاں ہرے بھرے* (لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۸۵ء) ص ۲۷۶

۵۔ احسان باجوہ، *آکھن لوک سیانے (پنجویں جلد)*، محولا بالا ص ۳۳۳

۶۔ایضاً، ص۳۳۳

۷۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری (مدیر اعلیٰ)، *اردو لغت (جلد ہشتم)*، محولا بالا، ص۲۱۳

۸۔ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار، *رُکھتاں ہرے بھرے*، محولا بالا، ص۲۰۵

۹۔ایضاً، ص۱۵۱

۱۰۔ایضاً، ص۱۶۰

۱۱۔ایضاً

۱۲۔ایضاً

۱۳۔ایضاً، ص۱۶۱

۱۴۔ایضاً، ص۱۶۵

۱۵۔ایضاً، ص۱۸۳

۱۶۔نو ر الدین محمد جہانگیر، اعجاز الحق قدوسی (مترجم)، *توزک جہانگیری (جلد اول)* (لاہور: مجلس ترقی ادب کلب روڈ، ۱۹۶۸ء) ص۵۷۷۔۵۷۸

۱۷۔دمودر، محمد آصف خاں (سودھن ہار)، *ہیر دمودر* (لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۸۶ء) ص۷۸

۱۸۔ایضاً، ص۱۷۶

۱۹۔حکیم سید علی کوثر چاند پوری، *اطبائے عہد مغلیہ* (کراچی: ہمدرد اکیڈمی، ۱۹۶۰ء) ص۳۴

۲۰۔محمد آصف خاں، *بِک سُک تے ہور بِک سُک* (لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، س ن) ص۱۶۹

۲۱۔ایضاً، ص۱۶۵۔۱۶۶

۲۲۔ایضاً، ص۱۶۶

۲۳۔بھگت کبیر، ہری اودھ (تالیف)، *بھگت کبیر۔فلسفہ وشاعری* (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء) ص۳۰۰

۲۴۔شرافت نوشاہی (مرتب)، *گنج شریف پنجابی* (ساہن پال گجرات: مرتب خود، ۱۹۸۰ء) ص۱۹۶

۲۵۔حافظ برخوردار، *مرزا صاحباں* (اسلام آباد: لوک ورثہ، ۱۹۸۴ء) ص۱۴۸

۲۶۔محی الدین قادری زور، *ہندوستانی لِسانیات* (لاہور: عزیز پبلشرز، ۱۹۹۲ء) ص۳۴

۲۷۔ثناور چدھڑ، *لوک تواریخ* (لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء) ص۸۱

۲۸۔اسد سلیم شیخ، ''پنجابی وسیب دی یادگار۔۔۔حُقّہ''، *ناگ منی (مہینہ وار)*، لاہور، جنوری ۲۰۱۰ء، ص۲۶

۲۹۔نورالدین محمد جہانگیر، اعجاز الحق قدوسی (مترجم)، *توزک جہانگیری (جلد اول)*، محولا بالا، ص۵۷۷

۳۰۔نظیری نیشاپوری، *دیوانِ نظیری (فارسی)* (ایران: کتابخانہ ہای امیر کبیر وزواد، خرداد ۱۳۴۰ھ) ص۳۷۵

۳۱۔احمد شہباز، ''محفل نہیں سجدی (میگزین رپورٹ)''، *ماہنامہ تکمیل*، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص۵۲

۳۲۔ایضاً، ص۵۲۔۵۳

33. *Gazetteer of Chenab Colony,1904*,(Lyallpur(Faisalabad),Sang-e-Meel Publications,Lahore,1996),PP.54-55

۳۴۔ڈاکٹر جاوید اقبال،*زندہ رُود*(لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز و اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۰۴ء)ص۱۱۶

۳۵۔ایضاً،ص۲۵۳

۳۶۔ایضاً،ص۶۰۲

۳۷۔اسد سلیم شیخ،''پنجابی وسیب دی یادگار۔۔۔۔حُقّہ''،*مہینہ وار ناگ منی*،محولا بالا،ص۲۶

۳۸۔ایضاً،ص۲۷

۳۹۔ڈاکٹر سید اختر جعفری،*نویں زاویے*(لاہور: ایمپوریم پبلشرز،۲۰۱۰ء)ص۲۵۵

۴۰۔افضل احسن رندھاوا،*پرہیں بانگاں وگیاں وگیاں*(لاہور: پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج آرٹ اینڈ کلچر،۲۰۱۵ء)ص۱۳۷

۴۱۔مقصود ناصر چودھری،*پنجاب دے لوک گیت*(لاہور: تاج بکڈپو اردو بازار،۱۹۹۵ء)ص۹۱

۴۲۔غلام رسول شوق،*گھر دا بوہا*(فیصل آباد: صفی پبلیکیشنز،۱۹۷۹ء)ص۸۵

۴۳۔ خواجہ شمس الدین سیالوی(ملفوظات)،مرتبہ:سید محمد سعید،مترجم:صاحبزادہ غلام نظام الدین *مرآۃ العاشقین*،(لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن،۱۹۹۱ء)ص۱۹۴

۴۴۔ایضاً،ص۱۹۵

۴۵۔مقصود ناصر چودھری،*پنجاب دے لوک گیت*،محولا بالا،ص۴۷

۴۶۔ڈاکٹر ناصر رانا،''حُقّہ نامہ۔قاضی محمد امین دا قلمی نسخہ''،*پارکھ(چھماہی)*،جلد نمبر۱،شمارہ نمبر۱،جنوری۔جون ۲۰۱۶ء،شعبہ پنجابی لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور،ص۳۵

۴۷۔انور انیق،نظم بعنوان'تما کو پینا'مشمولہ *بال اُڈاری*،ہتھ لکھت مملوکہ انور انیق،فیصل آباد

۴۸۔ڈاکٹر محمد ریاض شاہد،''نواب چشتی دیاں یاداں''،*چانن(مہینہ وار)*،(لاہور/اسلام آباد)،اکتوبر ۲۰۱۱ء،ص۳